ڈاکٹر انیلا سلیم
اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبہ اردو، اورینٹل کالج جامعہ پنجاب، لاہور
ڈاکٹر شگفتہ فردوس
اسسٹنٹ پروفیسر ،شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیال کوٹ

اردو تذکرے۔۔۔ تحقیق و تنقید

Dr. Anila Saleem
Assistant Professor, Department of Urdu, Oriental College, Punjab University, Lahore.
Dr. Shagufta Firdous
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt College Women Univerity, Sialkot.

Urdu Tazkira ---- Research and Criticism

Tazkirah is one of the most significant and inattentive genre of Urdu literature.these tazkaray reflects the poetic situation of respective Eras (periods) effectively. Structure of different genres like criticism, biography, history and reseach is mainly based on Tazkirahs. Initially Tazkirahs of Urdu poets were written in Persian. It can also be estimated by their number that help can be sought in connection with the conditions of the old poets and their poetry and such examples are there in our literary research asset. Research and criticism on this genre of literarture is also important.so, in this article effort has been made to collect all those books, prefaces and research articles which are related to this topic. As research and criricism on Tazkirahs is also a considerable aspect of literature Under consideration thesis identifiesthe currently available material according to year of publication for prominenting the dimention of work done on Tazkirahs.

Key Words: *Tazkirah, Garsen Detasi, Abdul Haque, Ansar Ullah, Nikaatush shuara, Kaleem ud Din Ahmed, springer, Makhzan.e.nikaat.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تذکرہ اشخاص کے نام، حالات، کارناموں کے مختصر بیان اور انتخابِ کلام پر مبنی ایک صنف ہے۔ اس ضمن میں علما، فضلا، صوفیا، اطبا، اولیا، حکما اور دیگر فنون کے ماہرین کے تذکرے مرتب کیے جاتے رہے ہیں لیکن جب اس لفظ کو شعر و ادب کے سیاق و سباق کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس سے مراد احوال و کلامِ شعرا سے متعلق تصنیف ہوتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے تذکرہ نگاری کے مفہوم، ارتقا اور معنوی حدود پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس حوالے سے ان کا کہنا ہے:

> "تذکرہ نگاری کے مفہوم یا اس کی تعریف کا تعین کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ بیاض کی ترقی یافتہ صورت کا نام تذکرہ ہے۔ بیاض میں صرف اشعار کا انتخاب ہوتا تھا جب اس میں انتخابِ اشعار کے ساتھ صاحبانِ اشعار کے نام اور تخلص کا اضافہ کر دیا گیا تو اس کا نام تذکرہ ہو گیا"۔ (۱)

عربی میں تذکرہ نگاری کی ایک مضبوط روایت موجود رہی ہے۔ شعرا، صوفیا، اطبا اور دیگر ہنر مند افراد کے علاوہ پاگلوں تک کے تذکرے مرتب کیے گئے ہیں۔ عربی کے بعد فارسی تذکرہ نگاری کی مضبوط اور طویل روایت ہمارے سامنے ہے۔ اردو تذکرہ نگاری کا اس روایت سے براہِ راست تعلق ہے۔ عربی شعرا کے تذکرے عربی زبان میں، فارسی گو شعرا کے تذکرے فارسی زبان میں تالیف کیے گئے جب کہ اردو شعرا کے بیش تر تذکرے اردو کی بجائے بہ زبان فارسی تالیف کیے گئے ہیں۔

۱۷۰۷ء میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے ساتھ ہی سلطنت انتشار کا شکار ہوئی اور فارسی کی جگہ اردو کا چلن ہوا۔ اس زمانے میں اردو شاعری کی نسبت اردو نثر کی طرف ذرا دیر میں توجہ کی گئی۔ اس عہد میں فارسی تذکرہ نگاری کا اثر کچھ اس حد تک تھا کہ اردو شعرا کے جتنے تذکرے لکھے گئے بہ استثنائے چند سارے کے سارے فارسی زبان میں ہیں۔

اردو میں شعرا کی تذکرہ نگاری کا جو آغاز اٹھارھویں صدی عیسوی کے وسط سے ہوا وہ کسی نہ کسی صورت ۱۸۸۰ء تک قائم تو رہا لیکن ایسا نہیں کہ یہ روایت ختم ہو گئی۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ مغربی ادب کے زیرِ اثر تنقید، تاریخ اور سوانح نگاری نے اس کی جگہ لے لی اور تذکرہ نگاری کی ضرورت کو پسِ پشت ڈال دیا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

زمانہ قدیم کی ادبی فضا، شعرا کے احوال اور بعض دوسری صورتوں میں کلام سے آشنائی کے لیے قدیم تذکرے ہی واحد ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ تذکروں کی اس اہمیت کے باوجود دیگر ادبی اصناف کی طرح اس صنف پر تحقیق و تنقید کا کام بہت زیادہ اور باضابطہ طریقے سے نہ ہو سکا البتہ جتنا بھی تحقیقی و تنقیدی کام کیا گیا وہ منتشر حالت میں موجود ہے۔ اس حقیقت کی طرف ایم۔ کے فاطمی نے یوں اشارہ کیا ہے:

> "تذکروں کی ہمارے ادب میں جہاں اس قدر اہمیت ہے وہیں یہ حقیقت افسوس ناک بھی ہے کہ اب تک تذکروں کے ساتھ یتیموں کا سا برتاؤ روا رکھا گیا ہے۔ اب تک تذکروں اور تذکرہ نگاروں پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں چند مقدمے، چند مضامین، چند حوالے اور ایک آدھ کتابچہ شامل ہے بس۔ اب تک قدیم شاعروں اور شاعری پر ہزارہا کتابیں اور مضامین لکھے گئے ہوں گے لیکن تذکروں پر جو کچھ کام کیا گیا ہے وہ سمندر رسے پیاسے کو شبنم ملنے کے برابر ہے۔" (۲)

حقیقتاً تحقیق و تنقید کے وسیع اور اتھاہ سمندر سے تذکروں پر کی گئی تحقیق و تنقید کی شبنم بھی اتنی آسانی سے نہیں ملتی بلکہ شبنم کی ان بوندوں کا حصول تلاشِ بسیار کا متقاضی ہے۔ اس تلاش کی تکمیل کا دعویٰ نہ سہی پر ابتدا تو کی ہی جا سکتی ہے۔

اگرچہ تذکروں کے ساتھ یتیموں کا سا برتاؤ روا رکھا گیا۔ پھر بھی اس پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھا گیا۔ یہ تحریریں چوں کہ منتشر حالت میں اب بھی موجود ہیں لہٰذا ضرورت اس امر کی تھی کہ تذکروں پر کیے جانے والے کام کی عہد بہ عہد رفتار کی فہرست ترتیب دی جائے تا کہ اس راہ کے مسافر راستے میں رہنمائی کے لیے اسے نقشے کے طور پر استعمال کر سکیں۔

اردو شعرا کے تذکروں (خواہ وہ فارسی زبان میں ہی کیوں نہ لکھے گئے ہوں) پر تحقیق و تنقید کا آغاز اس صنف کے رائج ہونے کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ ہم عصر تذکرہ نگار اس عمل کو واقعات کی تحقیق اور ان کی تردید و تحسین کے ذریعے آگے بڑھاتے رہے۔ اس میں معاصرانہ چشمک اور رقیبانہ حسد کو بھی دخل تھا۔ جب اردو شعرا کے تذکروں پر باقاعدہ تحقیق و تنقید کی بات کی جاتی ہے تو اس میدان میں سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نظر آتا ہے جس نے ۱۸۳۹ء میں "تاریخ ادبِ ہندوستانی" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی اور اس کے آخر میں تذکرہ نگاری کی طرز پر شعرا، مصنفین کے حالاتِ زندگی اور نمونہ کلام کی وجہ سے یہ تصنیف خود ایک ضخیم تذکرہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بن گئی اور اس میں بہت سی ایسی تصنیفات کو بھی بہ طور تذکرہ شامل کیا گیا ہے جو تذکرے کی ذیل میں نہیں آتی تھیں۔ دتاسی کی ایسی ہی غلطیوں کے لیے قاضی عبدالودود نے کہا ہے "دتاسی غلط فہمیوں کا بادشاہ ہے"۔(۳)

۱۸۲۷ء میں دتاسی نے اردو شاعری کی تاریخ لکھنے کا عزم کیا۔ وہ اپنے پانچویں خطبے ۴ دسمبر ۱۸۵۳ء میں کہتا ہے:

"۱۸۲۸ء سے جب کہ تاجور گل کرسٹ نے جو انگریزی میں ہندوستانی زبان کی تعلیم اور مطالعہ کا بانی ہوا ہے، اپنی اردو قواعد میں ایک تذکرہ کا حوالہ دیا مجھے اس زبان کی ادبی تاریخ کا شوق پیدا ہوا۔ متواتر تحقیق اور تلاش سے مجھے سات تذکرے دستیاب ہوئے اور باوجود ناکافی سامان کے میں نے ہندوستانی ادب کی تاریخ لکھی جو اگرچہ ایک نامکمل تالیف ہے، لیکن اپنی نوعیت کی ایک ہی کتاب ہے اور ۱۸۳۹ء میں شایع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا ہندوستانی زبان میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے اور اس سے انگریز مستشرقین میں بھی اس زبان کے متعلق شوق پیدا ہو چلا ہے۔ ان کی اور میری تحقیقات نے مل کر بہت سے نئے تذکروں کا پتا چلایا، مگر میں ان سے زیادہ استفادہ نہ کر سکا کیوں کہ ان میں متعدد تذکرے ایسے ہیں جو اب تک دستیاب نہیں ہوئے اور بعض مصنفین نے ان کا حوالہ اپنی کتاب میں دیا ہے۔ ابھی بہت سے ایسے ہوں گے جن کا نام ونشاں مجھے اب تک معلوم نہیں ہوا۔" (۴)

رسالہ تذکرات کب شایع ہوا اس حوالے سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی لکھتے ہیں:

"رسالہ تذکرات کب شایع ہوا، اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ دتاسی نے اس کے متن میں اپنی تاریخ کی اشاعت ثانی (۱۸۷۰ء) کا کہیں ذکر نہیں کیا، اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ رسالہ ۱۸۷۰ء سے پہلے شایع ہو چکا تھا۔ پہلے فرانسیسی زبان سے انگریزی میں ترجمہ کیا گیا۔ مترجم کون تھا اور کس سن میں ترجمہ کیا گیا اس کا حال معلوم نہیں۔" (۵)

اردو میں رسالہ تذکرات کا ترجمہ منشی ذکاءاللہ نے کیا۔ رسالہ تذکرات کا دیباچہ از تنویر احمد علوی پُر از معلومات ہے۔ انھوں نے دتاسی کے خطبات اور رسالہ تذکرات کے متن سے دتاسی کی آرا کا تقابل کیا ہے۔ نیز

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ترجمہ در ترجمہ ہونے کے باعث در آنے والے تسامحات کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ اردو تذکروں کی اہمیت اور اولین تذکرے کی بحث میں بھی اپنا حصہ ڈالا ہے۔ رسالہ تذکرات میں ۵۷ تذکروں کو شامل کیا گیا ہے۔

گارساں دتاسی کے خطبات بھی اردو ادب کی تاریخ کے بارے میں معلومات سے پُر ہیں۔ ڈاکٹر ریاض الحسن نے دتاسی کے رسالے اصلی تذکروں سے ماخوذ ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصنیفات کے پہلے باب کا اردو ترجمہ جنوری ۱۹۵۰ء کے رسالہ اردو میں شایع کیا۔ اس مضمون میں اردو شعرا کے ۴۸ تذکروں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اپنی پہلی تصنیف میں دتاسی نے صرف سات تذکروں سے مدد لی ہے جب کہ اس مضمون میں اڑتالیس تذکروں کا ذکر ہے جو تذکروں کے بارے میں تحقیق سے متعلق دتاسی کی مسلسل جدوجہد کی دلیل ہے۔

اردو شعرا کے تذکروں سے متعلق تحقیقی و تنقیدی نوعیت کی کتب اور مضامین کے ساتھ ساتھ مختلف مرتبین کے تصنیف کردہ مقدمے اور دیباچے بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ تنقید تذکرہ نگاری کے لیے ناقدین ان مقدمات کو بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ ان مقدمات سے ہمیں متعلقہ تذکرے کے مصنف کے مکمل حالات و واقعات کا علم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تذکرے کی تصنیف و تالیف کے خاص محرکات، عہد اور مآخذ کا بھی پتا چلتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں قدیم تذکروں کو مرتب کر کے شایع کرنے کا کام آج بھی جاری ہے۔ "انجمنِ ترقیِ اردو" کے پلیٹ فارم سے ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے تذکروں کی اشاعت میں خاص دل چسپی لی اور ان تدوین شدہ تذکروں پر جامع اور پر از تحقیقی معلومات اور مقدمات بھی لکھے۔ تذکروں کے حوالے سے ان کی تحقیق و تنقید کو ایم۔کے فاطمی کے اس بیان سے سمجھا جاسکتا ہے:

> "اگر مولوی عبدالحق نہ ہوتے تو سینکڑوں اردو تذکروں کو گمنامی کی تاریکی نے اپنے میں سمولیا ہوتا"۔ (۲)

۱۹۰۶ء میں "گلشنِ ہند" مولفہ مرزا علی لطف کا ایک نسخہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے تحریر کردہ ۱۵ صفحات کے مقدمے کے ساتھ دارالاشاعت پنجاب سے شایع کیا گیا۔ اس مقدمے میں گل کرسٹ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر فورٹ ولیم کالج میں لکھنے جانے والے نثری سرمائے کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ صاحب تذکرہ کے حالات نہ ملنے کی شکایت کی گئی ہے اور تذکرے کی منفرد خصوصیات کو نکات وار پیش کر دیا گیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۹۳۳ء میں انجمن ترقی اردو اورنگ آباد نے "تذکرہء ریختہ گویاں" مولفہ سید فتح علی حسینی گردیزی شایع کیا جس میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق کا لکھا گیا ۱۷ صفحات پر مشتمل مقدمہ شامل ہے۔ اس مقدمے میں مولوی عبدالحق نے محققانہ طرز پر مولف تذکرہ کا تعارف کرایا ہے۔ انھوں نے ان کے مکتوبات و کلمات کے علاوہ رسائل کا بھی تعارف کرایا ہے اور گردیزی کے دعوؤں کی تکذیب بھی کی ہے۔ اسی مقدمے میں مولوی عبدالحق نے تذکروں کے بارے میں ایک مجموعی رائے بھی پیش کی ہے جو بارہا تنقید تذکرہ کے ضمن میں اقتباس کی جاتی رہی ہے۔ یہ رائے درج ذیل ہے:

"ہمارے شعرا کے تذکرے گو جدید اصول کے مطابق نہ لکھے گئے ہوں تاہم ضمنی طور پر ان میں بہت سی کام کی باتیں مل جاتی ہیں جو ایک ادیب اور محقق کی نظروں میں جواہر ریزوں سے کم نہیں ہوتیں"۔ (۷)

۱۹۳۳ء ہی میں انجمن ترقیِ اردو دکن نے "تذکرہء ہندی" مولفہ غلام ہمدانی مصحفی، ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے ۱۴ صفحات پر مشتمل مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ اس مقدمے میں تذکرے کے عہد کی شعری حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے مزید بتایا ہے کہ "تذکرہء ہندی" اصل تذکرہ ہے جب کہ "عقدِ ثریا" اور "ریاض الفصحا" کو اس کا تکملہ سمجھنا چاہیے۔ یہ ایک مفصل مقدمہ ہے جس سے مصحفی کے معاصر شعرا، ادبی حالات اور معاشرت پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۹۳۴ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے "گلزارِ ابراہیم" مولفہ "علی ابراہیم خان خلیل" سید محی الدین قادری زور کے ۱۳ صفحات پر مشتمل مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ اس مقدمے میں تذکرے کی ہر خصوصیت کے ذکر کے بعد امثال پیش کی گئی ہیں۔ "گلشن ہند" کا تعارف بھی کرایا گیا ہے اس مقدمے سے دونوں تذکروں کا ایک تقابلی مطالعہ سامنے آتا ہے۔ ۱۹۳۵ء میں انجمن ترقیِ اردو (دکن) نے "نکات الشعرا" مولفہ "میر تقی میر" ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے چار صفحات پر مشتمل مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ نکات الشعرا کے متعلق بہت سی باتیں پہلی بار اس مقدمے کے ساتھ منظرِ عام پر آئیں۔ تحقیقی حوالے سے یہ مقدمہ مستند حیثیت کا حامل ہے۔

۱۹۳۶ء میں انجمن ترقی اردو ہی کے پلیٹ فارم سے "گل عجائب" مولفہ اسد علی خان تمنا، ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے پانچ صفحات پر مشتمل مقدمے کے ساتھ سامنے آیا۔ شفیق اورنگ آبادی اور اسد علی خان تمنا کی ہم مشقی اور ہم عصری کے ذکر کے بعد تمنا کے کلام، شاگردوں اور تالیف "مقالات الغرائب" کے بارے میں بتایا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اورنگ آبادی مصنفوں کے تذکرے عموماً کم سامنے آئے ہیں اور یہ مقدمہ ان تذکرہ نگاروں میں سے ایک مصنف کا جامع تعارف کراتا ہے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے یہ مقدمہ اہم ہے۔

۱۹۴۰ء میں "تذکرہ شعرائے اردو" مولفہ "میر حسن" مولانا حبیب اللہ خاں شروانی کے تحریر کردہ اڑتیس صفحات پر مشتمل مقدمے کے ساتھ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے شایع کیا۔ اس مقدمے میں تذکرے کے تعارف کے بعد عنوانات کے تحت تذکرے کی خصوصیات پر بحث کی گی ہے۔ جون ۱۹۴۱ء میں قاضی عبدالودود نے "تذکرہء شورش" پر اسی عنوان سے ایک مقالہ رسالہ "ندیم" میں شایع کرایا جس میں اس غلط فہمی کی نفی کی گئی ہے کہ ۱۱۸۶ھ کی اس تالیف کی زبان فارسی ہے۔

۱۹۴۲ء میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا مضمون "شعرائے اردو کے تذکرے" منظرِ عام پر آیا یہی مضمون بعد ازاں کتاب کی صورت میں "شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن" کے زیر عنوان شایع ہوا۔ اردو تذکروں کے محرکات، تقسیم بہ اعتبار خصوصیات، تنقید تذکرہ نگاری اور تذکرہ نگاری کا فن اس کے مشمولات میں شامل ہے

مئی ۱۹۴۲ء میں قاضی عبدالودود کا مقالہ "بیدل اور تذکرہء خوش گو" معارف، اعظم گڑھ میں شایع ہوا۔ مقالے کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں وہ سب کچھ نقل کر دیا گیا ہے جو "سفینہ خوش گو" میں بیدل کے متعلق لکھا گیا ہے جب کہ دوسرے حصے میں اس پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے اور خوش گو کے ماخذ کا سراغ لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جولائی ۱۹۴۲ء میں اسی مضمون کا دوسرا حصہ "معارف" ہی میں شایع ہوا۔ اس مضمون میں بیدل کے ان حالات کا بیان ملتا ہے جو خوش گو نے دوسرے شعرا کے تراجم میں ضمنی طور پر بیان کیے ہیں۔ اسی حصے میں "سفینہ خوش گو" کے ایک نسخے کی جو آزاد بلگرامی کے لیے کتابت کیا گیا تھا قیاسی تصحیح بھی کی گئی ہے۔

۱۹۴۳ء میں امتیاز علی خاں عرشی نے احد علی خان یکتا کی تصنیف "دستور الفصاحت" کے ایک حصہ کی تدوین کی اور اس پر ایک جامع و مبسوط دیباچہ تحریر کیا۔ "دستور الفصاحت" کا یہ حصہ ان شعرا سے متعلق ہے جن کا ذکر کتاب میں مختلف مقامات پر آیا ہے۔ حالات اور انتخاب کلام کی وجہ سے اس حصے کی صورت ایک تذکرے کی سی ہو گئی ہے اور اسی اہمیت کے پیش نظر عرشی نے اس حصے کی تدوین کا ذمہ لیا۔ اس دیباچے کی خاص بات حواشی کا اہتمام ہے جن میں دیباچہ نگار نے اردو تذکرہ نگاری کی تحقیق و تاریخ کا جائزہ لیا ہے۔ ۱۱۸ صفحات کے اس دیباچے میں مختلف تذکروں کا تعارف اور تنقیدی آرا پیش کی گئی ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۹۴۶ء میں ''تنقیدی سرمایہ اردو میں'' مصنفہ پرنسپل عبدالشکور کتاب محل الہ آباد سے شایع ہوئی۔ اس تصنیف کا ایک جزو ''ہمارا قدیم سرمایہء تنقید'' ہے۔ اس میں اردو کے قدیم تنقیدی سرمائے میں پانچ نمایندہ تذکروں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ''نکات الشعرا''، ''تذکرہ ہندی''، ''عقدِ ثریا''، ''گلشنِ ہند'' اور ''گلشنِ بے خار'' شامل ہیں۔

فروری ۱۹۴۸ء کے اورینٹل کالج میگزین میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا مقالہ ''تذکروں کی اہمیت تنقید کے نقطہ نظر سے'' شایع ہوا جس میں تنقید کا جائزہ مغربی تنقید کے حوالے سے لیا گیا ہے اور فارسی تذکروں کو مرکز بناتے ہوئے اردو تذکروں کو بھی تنقیدی حوالے سے اس بحث میں شامل کیا ہے۔

۱۹۵۱ء میں لکھا گیا ڈاکٹر مولوی عبدالحق کا مقالہ ''تذکرہ میر تقی و میر حسن''، ''ماہِ نو'' چالیس سالہ ''مخزن'' میں شایع ہوا۔ آغازِ مقالہ میں اردو تذکروں کی مجموعی حالت بیان کی گئی ہے۔ بعد ازاں دونوں تذکروں پر تبصرہ کیا گیا ہے اور آخر میں ان تذکروں پر تبصرے کے لیے تقابلی انداز اپنایا ہے۔

اپریل ۱۹۵۳ء میں قاضی عبدالودود کا مقالہ ''نوائے ادب'' بمبئ میں شایع ہوا جس میں نواب مصطفی خان شیفتہ کے تذکرے ''گلشنِ بے خار'' کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے سبب تالیف اور ماخذ پر بحث کی گئی ہے۔

۱۹۵۳ء ہی میں قاضی عبدالودود کا ایک اور مضمون بہ عنوان ''گلستانِ سخن''، ''دلی کالج میگزن'' میں شایع ہوا۔ اس میں تذکرے کے اصل مصنف کے تعین کی کوشش کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ تذکرے کے اصل مصنف کا نام مولوی امام بخش صہبائی ہے۔

۱۹۵۴ء میں ادارہ تحقیقات اردو نے ''تذکرہ الشعرا'' مولفہ ابن امین اللہ طوفان، قاضی عبدالودود کے تحریر کردہ مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ مقدمے میں تذکرہ ہذا کے متعلق بہت سی معلومات پہلی بار سامنے آئیں۔ اس میں اردو تذکروں کی عمومی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ نومبر ۱۹۵۵ء کے اورینٹل کالج میگزن میں جناب خلیل الرحمٰن داؤدی کا مقالہ ''گلدستہء ناز نیناں'' شایع ہوا جس میں ''مولوی کریم الدین'' کے تذکرے ''گلدستہء ناز نیناں'' کا مفصل جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

جنوری، فروری ۱۹۵۷ء کے ''نقوش'' سالہ نامہ ۶۱، ۶۲ میں ڈاکٹر وحید قریشی کا مقالہ ''تذکرہء شعرائے اردو'' شایع ہوا جس میں مقالہ نگار نے میر حسن کے تذکرے ''تذکرہء شعرائے اردو'' کا زمانہ آغاز و انجام تالیف متعین کرنے میں محققین کی آرا اور داخلی شواہد سے مدد لی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اپریل ۱۹۵۷ء میں نوائے ادب ممبئی میں قاضی عبدالودود کا مقالہ "فارسی تذکرے اور ریختہ گو شعرا" شایع ہوا۔ مقالہ ہٰذا میں انھوں نے ایک خاص طرز پر کام کیا ہے یعنی تین فارسی تذکروں (۱) "ہمیشہ بہار" (۲) "باغ معانی" (۳) "انیس الاحبّا" میں مذکور ریختہ گو شعرا کے نام مع تراجم پیش کیے ہیں۔

جولائی ۱۹۵۷ء کے نوائے ادب ممبئی میں قاضی عبدالودود کا مقالہ "اقتباسات سفینہ خوش گو" شایع ہوا۔ سفینہ خوش گو کی تیسری جلد کم یاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ خدابخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔ اسی نسخے میں سے قاضی صاحب نے کچھ اقتباسات پیش کیے ہیں جن کی تعداد ۲۳ ہے۔ ان میں سے بیش تر کا تعلق ریختہ گو شعرا سے ہے۔

اکتوبر ۱۹۵۷ء کے نوائے ادب ممبئی میں قاضی عبدالودود کا مقالہ "سفینہء ہندی اور ریختہ گو شعرا" شایع ہوا۔ "سفینہ ہندی" بھگوان داس ہندی کی تالیف ہے۔ اس تذکرے میں مذکور ریختہ گو شعرا کی تعداد اکہتر [۷۱] ہے۔

۱۹۵۷ء میں تذکرہ نادر مولفہ اعتصام الدولہ نادر، سید مسعود حسن رضوی کے مقدمے کے ساتھ کتاب نگر، لکھنؤ سے شایع ہوا۔ تذکرہ نگاری کی تاریخ و تنقید کے بارے میں تو اس مقدمے سے کچھ معلومات حاصل نہیں ہوتیں لیکن مولفِ تذکرہ کے حالات کے ضمن میں یہ ایک بہترین ماخذ ہے۔ ۱۹۵۹ء میں لیبل لیتھو پریس رمنہ روڈ پٹنہ نے "دو تذکرے" کے عنوان سے "تذکرہء شورش" از غلام حسین شورش اور "تذکرہء عشقی" از شیخ وجیہ الدین عشقی، کلیم الدین احمد کے مقدمے کے ساتھ شایع کیے۔ دونوں تذکروں کے مولفین اور نسخوں پر بحث کی گئی ہے۔

مارچ ۱۹۶۱ء میں دہلی یونیورسٹی نے تذکرہ "عمدہ منتخبہ" ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ مقدمے میں تذکرے کے نسخہء لندن اور نسخہ پیرس کا تعارف کرایا گیا ہے۔ قاضی عبدالودود اور فائق رام پوری نے اس مطبوعہ نسخے پر معرکہ آرا تبصرے کیے ہیں اور اس کے متن و حواشی کی سیکڑوں غلطیوں کی نشان دہی کی ہے۔

۱۹۶۲ء میں دانش محل لکھنؤ نے "تذکرہ میر" مولفہ میر تقی میر کا اردو ترجمہ ایم۔کے فاطمی کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ اس مقدمے میں "ذکرِ میر" کا بھی ذکر ہے اور داخلی شواہد کی بنا پر اردو شعرا کے پہلے تذکرے کی بحث میں نکات الشعرا کی اولیت ثابت کی ہے۔ اس کی سماجی، ثقافتی اور تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ ادبی و تنقیدی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ۱۹۶۲ء ہی میں دانش محل لکھنؤ سے ایم۔کے فاطمی کی تصنیف "اردو تذکروں میں نکات الشعرا کی اہمیت" منظرِ عام پر آئی۔ میر کی زندگی، عہد، شعری روایات اور تذکرے کی خصوصیات مختلف مباحث کے تحت بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب کے تمام تر مباحث کا محور "نکات الشعرا" ہے۔ اس تذکرے کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ قدیم تذکروں کی خصوصیات بھی عیاں ہوتی چلی چلی جاتی ہیں۔

۱۹۶۳ء میں دانش محل لکھنؤ نے "گلشن گفتار" مولفہ خواجہ خان حمید اورنگ آبادی، ایم۔کے فاطمی کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ جس میں اردو کے پہلے تذکرے کی بحث مختصراً بیان ہوئی ہے نیز "نکات الشعرا" اور "گلشن گفتار" کا بنیادی فرق یہ بتایا گیا ہے کہ موخر الذکر صرف دکنی شعرا سے متعلق ہے پھر بھی "نکات الشعرا" میں دکنی شعرا کی تعداد زیادہ ہے۔

اگست ۱۹۶۳ء کے "نیادور" لکھنؤ میں قاضی عبدالودود کا مقالہ "سوز اور آب حیات" شایع ہوا جس میں مقالہ نگار نے آب حیات سے وہ اقتباسات پیش کیے ہیں جن میں میر سوز کے بارے میں بیان ملتا ہے۔ اس میں میر سوز کے بارے میں محمد حسین آزاد کے بیانات کی مختلف تذکروں کے حوالے سے تردید و تائید کی گئی ہے۔

۱۹۶۴ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان نے "تذکرۂ آزردہ" مولفہ مفتی صدر الدین آزردہ، ڈاکٹر مختار الدین احمد کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ مقدمے میں مصنف کے حالات اور انتخابِ کلام پیش کیا گیا ہے اور اس کے ماخذ پر بحث کی گئی ہے۔

مئی و جون ۱۹۶۴ء میں ماہ نامہ "نگار" کا تذکرہ نمبر شایع ہوا۔ اس کے مدیر اعلیٰ نیاز فتح پوری اور مولف و مرتب فرمان فتح پوری ہیں۔ اردو تذکرہ نگاری کی تحقیق و تنقید میں یہ ماہ نامہ نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں اردو شعرا کے ۵۳ تذکروں کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۹۷۲ء میں یہی تذکرہ نمبر "اردو شعرا کے تذکرے ارو تذکرہ نگاری" کے زیرِ عنوان کتابی صورت میں شایع ہوا۔ یہ تصنیف تذکرہ نمبر کے ساتھ ساتھ مختلف اضافات پر مشتمل ہے۔ یوں اس کا مواد تذکرہ نمبر سے کئی گنا زیادہ ہو گیا ہے۔

اس کتاب میں ساڑھے تین سو کے قریب نمایندہ شعرا پر مشتمل ایک فہرست بہ لحاظ حروف تہجی "فرہنگ سخنورانِ نامور" کے عنوان سے شامل کی گئی ہے۔ "تذکرہ نگاری کا فن اور اس کا ارتقا" میں نو ذیلی عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ فارسی تذکرہ نگاری کی مختصر تاریخ و تعارف کے بعد اردو تذکرہ نگاری کا مفصل ذکر ہے۔ تذکرہ نگاری کے محرکات اور تحقیقی و تنقیدی کام کی رفتار پر تبصرے کے بعد اردو شعرا کے ٦٧ تذکروں کا تعارف کرایا گیا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے۔ تاریخی ترتیب و توقیت پر مبنی تذکروں کی فہرست اور اشخاص، مقامات اور کتب کے حساب سے اشاریہ پیش کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۴ء سے پہلے اور پھر ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۲ء تک ہونے والے تحقیقی و تنقیدی کاموں کا اس میں ذکر ہے اور اس کے بعد سے تذکروں کی تحقیق و تنقید کے حوالے سے اسے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

۱۹۶۵ء میں قاضی عبدالودود کا مقالہ "عمدہ منتخبہ یعنی تذکرہء سرور" رسالہ "اشتر و سوزن" میں شایع ہوا۔ ۵۴ صفحات کے اس طویل مقالے میں "عمدہ منتخبہ" مرتبہ خواجہ احمد فاروقی کے مقدمے پر تحقیقی حوالے سے اعتراضات کیے گئے ہیں۔ مقدمہ مرتب سے ایک ایک اقتباس درج کرنے کے بعد اس پر اعتراض اور دلیل پیش کی گئی ہے۔

۱۹۶۵ء میں مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور نے "بہارستانِ ناز" مولفہ حکیم فصیح الدین رنج، خلیل الرحمٰن داؤدی کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ اس مقدمے میں تذکرے کے سبب تالیف پر بحث اور زمانہء تالیف کا تعین کیا گیا ہے اور "تبصرہ" کے زیرِ عنوان تحقیقی و تنقیدی رائے پیش کی گئی ہے۔ نومبر ۱۹۶۶ء میں مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور نے تذکرہ "مخزنِ نکات" مولفہ قیام الدین قائم چاند پوری، پروفیسر ڈاکٹر اقتدا حسن کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ اردو کا پہلا تذکرہ "مخزن نکات" کے مآخذ اور اس پر تنقید و تبصرہ اس مقدمے کے مباحث ہیں۔

۱۹۶۷ء میں انجمنِ ترقی اردو پاکستان نے تذکرہ "گلشنِ ہمیشہ بہار" مولفہ نصر اللہ خان خویشگی، ڈاکٹر اسلم فرخی کے مقدمے کے ساتھ کیا جس میں مقدمہ نگار نے جوابی نوعیت کی تذکرہ نگاری پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ "گلشن ہمیشہ بہار" بھی "گلشن بے خار" کے جواب میں لکھا گیا۔ تذکرہ مذکور کے سنہ تالیف و اشاعت پر مفصل بحث اور مصنف کے حالات کے ساتھ تصانیف کی فہرست بھی پیش کی گئی ہے۔

۱۹۶۸ء میں علم مجلسی کتب خانہ دہلی سے "تذکرہء مسرت افزا" مولفہ ابوالحسن امیر الدین احمد عرف امر اللہ الہ آبادی کا اردو ترجمہ ڈاکٹر مجیب قریشی کے دیباچے کے ساتھ شایع ہوا جس میں مولف تذکرہ کے حالات کے بعد بتایا گیا ہے کہ یہ تذکرہ "نکاتُ الشعرا" کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ تحقیقی و تنقیدی حوالے سے یہ دیباچہ مذکورہ تذکرے کے امتیازات سے بہ خوبی متعارف کراتا ہے۔

نومبر، دسمبر ۱۹۶۸ء میں قاض عبدالودود کا مقالہ "گلشنِ ہمیشہ بہار" رسالہ "مطالعہ" پٹنہ میں شایع ہوا۔ اس میں گلشن ہمیشہ بہار مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی کے مباحث کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "گلشنِ بے خار" سے تقابل کرتے ہوئے دونوں تذکروں کے مماثل تراجم بھی پیش کیے گئے ہیں جن میں چونسٹھ شعرا شامل ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۹۷۰ء جنوری میں تذکرہ "سراپا سخن" مولفہ سید محسن علی محسن لکھنوی اظہار سنز لاہور سے ڈاکٹر سید اقتدا حسن کے دیباچے کے ساتھ شایع ہوا۔ مولف تذکرہ کے احوال تذکرے کے دیباچے سے ہی نقل کیے گئے ہیں نیز تذکرے کے لیے کیے گئے قطعات تاریخ پیش کیے ہیں۔ اس تذکرے کی ترتیب اپنی نوعیت کی منفرد ترتیب ہے یعنی پہلی بار اعضائے انسانی کے حوالے سے مختلف شعرا کی شاعری پیش کی گئی ہے لیکن مرتب نے اسے ایک نئی ترتیب دی یعنی اس میں شعرا کی سوانحی فہرست بہ لحاظ حروف تہجی ترتیب دی گئی ہے۔

جولائی ۱۹۷۱ء میں نسیم بک ڈپو، لاٹوش روڈ لکھنؤ نے "تذکرہء خوش معرکہء زیبا" مولفہ سعادت خان ناصر، ڈاکٹر شمیم انہونوی کے مقدمے کے ساتھ شایع کیا۔ اس مقدمے میں "اردو میں تذکرہ نگاری" کے زیرِ عنوان اردو شعرا کے پہلے تذکرے کی بحث کو پیش کیا گیا ہے اور ۵۴ تذکروں کی فہرست بہ لحاظ سنین پیش کی گئی ہے۔ اردو زبان میں لکھے جانے والے تذکروں کے ساتھ ساتھ لکھنؤ میں تذکرہ نگاری کے حوالے سے "تذکرہء میر حسن" ، "گلشنِ سخن" ، "دُستورُ الفصاحت" ، "بہارِ بے خزاں" اور "خوش معرکہء زیبا" کا تعارف کرایا ہے۔ "خوش معرکہء زیبا" کی خامیاں گنوائی اور صاحب تذکرہ کے سوانح اور تصانیف کے بارے میں بتایا ہے اور ان کا واسوخت بھی پیش کیا ہے۔

۱۹۷۲ء میں "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری" کے عنوان سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب شایع ہوئی جس کا ذکر ۱۹۶۴ء کے ماہ نامہ "نگاری" کے تحت ہو چکا ہے۔ جولائی ۱۹۷۳ء کے "نقوش" سال نامہ ۱۱۸ میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مقالہ "تذکرہء بے جگر" کے عنوان سے شایع ہوا جس میں مولف تذکرہ کے حالات، تذکرے کے عہد تالیف اور ماخذ اور خصوصیات پر بحث کی گئی ہے۔

۱۹۷۴ء میں انجمن ترقی اردو نے تذکرہ "قطعہء منتخب" مولفہ مولوی عبدالغفور نسّاخ شایع کیا۔ اس کے آغاز میں مرتب انصار اللہ نے تعارف کے زیرِ عنوان ایک مختصر تحریر پیش کی جس میں دہلی اور لکھنؤ کے تذکروں کی ترتیب کا فرق بتایا گیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ تذکرہ محسن کے "سراپا سخن" کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ اس میں تذکرے کے مآخذ کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۱۹۷۵ء میں انجمنِ ترقیِ اردو نے "تذکرہء عروس الاذکار" مولفہ نصیر الدین نقش حیدرآبادی، افسر صدیقی امروہوی کے مقدمے کے ساتھ پیش کیا۔ اس مقدمے میں بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں لکھے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جانے والے تذکروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مولف کے حالات کے بعد تذکرے کے تحقیقی اسقام کا ذکر کیا گیا ہے اور اس تذکرے کے مخطوطات کا بھی تعارف کرایا ہے۔

ڈاکٹر حنیف کیفی کی "شعرائے اردو کے تذکرے نکات الشعرا سے گلشنِ بے خار تک"۱۱۶۵ھ (۱۷۵۲ء) تا ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۵ء) جون ۱۹۷۶ء میں نسیم بک ڈپو لکھنؤ سے شایع ہوئی۔ صورت کچھ یوں ہے کہ یہ ڈاکٹر حنیف نقوی کا پی ایچ۔ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے جو وکرم یونیورسٹی اجین میں منظور ہوا۔ اس وقت حنیف نقوی صاحب بنارس ہندو یونیورسٹی وارانسی میں شعبہء اردو اور فارسی و عربی کے لیکچرار تھے۔ دیباچے میں ڈاکٹر حنیف نقوی نے تذکروں کی اہمیت اور ان پر کیے گئے کام کو درخورِ اعتنانہ سمجھے جانے پر اپنے خیالات یوں پیش کیے:

> "اردو میں اس موضوع پر اب تک جو کچھ کام ہوا ہے وہ کسی طرح درخورِ اعتنا نہیں کیوں کہ کام کرنے والوں میں اگر ایک طرف وہ حضرات ہیں جو تذکروں کو ایک متاعِ کاسد سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے تو دوسری طرف وہ لوگ ہیں جن کی رائیں مطالعے کی سطحیت غور و فکر کے فقدان اور دوسروں کے تاثرات سے اثر پذیری کی غماز ہیں بعض ناقدین نے اپنی پسند یا رسائی کے مطابق صرف دو چار تذکروں کو سامنے رکھ کر پوری صنف کے بارے میں ایسے حتمی اور قطعی فیصلے صادر کر دیے ہیں جن سے متاثر ہو کر حقیقت حال سے بے خبر قارئین تذکروں کے متعلق کوئی اچھی رائے قایم نہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ پیشِ نظر مقالہ اسی افراط و تفریط کے درمیان اعتدال و توازن کی جستجو کو منتہائے مقصود بنا کر سپرد قلم کیا گیا ہے۔" (۸)

سات ابواب پر مشتمل اس تصنیف میں تذکرہ نگاری کو ایک فن کی حیثیت سے موضوعِ بحث بنایا گیا ہے، عربی و فارسی میں تذکرہ نگاری کی روایت کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ آغاز سے شیفتہ کے عہد تک کی اردو تذکرہ نگاری، اردو کے پہلے تذکرے کی بحث میں نکات الشعرا اور دوسرے تذکرے کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔ چمنستان شعرا سے گلشنِ سخن تک، تذکرہء ہندی، ریاض الفصحا اور معاصر تذکرے اور طرح طویل اور جامع تذکرے کے زیر عنوان اردو تذکرہ نگاری کے تمام تر مباحث کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر حنیف نقوی نے لفظ "تذکرہ" کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم کے تعین میں خوب تحقیق سے کام لیا ہے اور ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی بیان کردہ تعریف سے زیادہ واضح اور جامع انداز اپنایا ہے۔ ذیل کے اقتباس سے بیان کردہ نکتے کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے:

> "تذکرہ ایک عربی لفظ ہے جسے اہلِ زبان یادداشت (میمورنڈم) دستاویز یا سرٹیفکیٹ جہاز کے ٹکٹ اور پروانۂ راہ داری یا پاسپورٹ کے معنی ہیں استعمال کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں اس سے بالعموم نصیحت اور تفہیم کے معنی مراد لیے گئے ہیں لیکن فی زمانہ فارسی و اردو میں اصطلاحاً اس لفظ کا اطلاق اس کتاب پر ہوتا ہے جس میں شعرا کے مختصر حالات اور ان کا مختلف کلام درج کیا گیا ہو۔" (۹)

فارسی اور اردو تذکروں پر لکھی گئی ہر تصنیف میں لفظ تذکرہ کے مفاہیم کے تعین کی کوشش کی گئی ہے لیکن حنیف نقوی صاحب نے کمال تحقیق کا مظاہر کیا ہے جو ان کی پیش کردہ تعریف کو منفرد اور مستند بناتی ہے کہ انھوں نے قرآنِ کریم کا ذکر کیا ہے کہ اس میں لفظ تذکرہ نصیحت اور تفہیم کے معنی میں استعمال ہوا ہے تو اس ضمن میں انھوں نے قرآنِ حکیم کی ان سورہ مبارکہ کی آیات کی نشان دہی بھی حواشی میں کر دی ہے کہ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۳، سورہ الحاقہ آیت نمبر ۴۵، سورہ المزمل آیت نمبر ۱۹، سورہ المدثر آیت نمبر ۴۹، ۵۴ سورہ الدھر آیت نمبر ۲۹ اور سورہ عبس آیت نمبر ۱۱ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ اردو کا اولین تذکرہ کون سا ہے اس سلسلے میں مختلف آرا ملتی ہیں۔ اردو تذکروں پر لکھی گئی بہت سی تصانیف، تحقیقی مضامین اور مدونہ تذکروں کے مقدموں اور دیباچوں میں یہ بحث مل جاتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر حنیف نقوی کا انداز اور رائے یوں ہے:

> "امام الدین اور سودا کے تذکروں کے "نکات الشعرا" سے قدیم تر ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں، خان آرزو اور افضل بیگ قاقشال کے تذکرے شعرائے فارسی سے تعلق رکھتے ہیں اور خاکسار کا تذکرہ میر کے تذکرے کے بعد مرتب ہوا ہے۔ لہٰذا نہ تو بہ اعتبارِ زمانہ میر صاحب یا حمید اورنگ آبادی پر کسی تذکرہ نگار کی فوقیت کا سوال پیدا ہوتا ہے وار نہ اس دعوے کے لیے کوئی گنجائش نکلتی ہے کہ ان کے شرفِ اولیت میں شمالی ہند یا دکن کے کچھ اور تذکرہ نگاری بھی شریک ہیں۔" (۱۰)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

مارچ ۱۹۸۰ء میں تصنیف بہار میں تذکرہ نگاری از ڈاکٹر محمد منصور عالم، سلطان گنج، پٹنہ سے منظر عام پر آئی۔ اس تصنیف میں فن تذکرہ اور اردو میں تذکرہ نگاری کے علاوہ صوبہ بہار میں لکھے گئے اردو تذکروں کو عہدِ قدیم، عہدِ متوسط اور عہد حاضر (تقسیم ہند کے بعد) کے تحت تقسیم کرکے ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی پی ایچ۔ڈی کے تحقیقی مقالے کی کتابی صورت ہے۔ اس میں موجود تذکروں پر تو بات کی ہی گئی ہے لیکن ایسے تذکرے جن کا ذکر دیگر قدیم تذکروں میں تو ملتا ہے لیکن ان کا وجود مشتبہ ہے ان تمام کی ایک فہرست درج کر دی گئی ہے۔ ان تذکروں کی تعداد (۱۹) اُنیس ہے۔ ڈاکٹر محمد منصور عالم نے تذکرہ نویس کا تعارف، احوال اور پھر تذکرے پر تبصرہ درج کیا ہے۔ جہاں کہیں ضروری معلوم ہوا اختلافِ نسخ کو بھی جابجا بیان کر دیا ہے اور تقابل کرکے صحیح متن کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔ مثلاً تذکرہء شورش کے ضمن میں نسخہء بودلین اور نسخہ جون پور دونوں کے متون کا اختلاف اور حواشی درج کر دیے ہیں۔(۱۱) یوں تو اس تصنیف میں مذکور تذکرہ نویس اور تذکرے کسی نہ کسی طرح اردو تذکرہ نویسی پر مبنی کسی بھی تصنیف میں موجود ہیں لیکن اس تصنیف میں بالخصوص بہار میں لکھے گئے ہونے کی وجہ سے اس مخصوص پس منظر کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

اس ضمن میں تذکرہء شورش، گلزارِ ابراہیم، تذکرہء عشقی، جلوہء خضر، تاریخ شعرائے بہار اور تذکرہ ہندو شعرائے بہار کو اہم ترین تذکرے شمار کیا گیا ہے۔ "بہار میں تذکرہ نگاری کا مستقبل" کے زیرِ عنوان مختلف یونیورسٹیز میں زیر تکمیل ایسے منصوبوں اور انفرادی کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بہار میں اردو تذکرہ نگاری کے حوالے سے امید افزا پہلو ہے کہ تاریخ ادب کی تدوین کے ساتھ تذکرے کی صنف مکمل ختم نہیں ہو گئی بلکہ اس کے نقوش واضح ہوئے ہیں اور اسے ایک الگ صنفِ ادب کا درجہ ملا ہے۔

۱۹۸۴ء میں "تذکرہء شورش" مولفہ غلام حسین شورش، ڈاکٹر محمود الٰہی کے مقدمے کے ساتھ اترپردیش اردو اکادمی لکھنؤ سے شایع ہوا۔ اس مقدمے میں بہار میں لکھے جانے والے تذکروں کا ذکر ہے اور "تذکرہء شورش" کا تذکرہء میر کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ سبب تالیف تذکرہ اور آغاز و اختتام کے سنین پر بھی بحث کی گئی ہے۔ مخطوطے کا تعارف، کتابت، اوراق، ترامیم، کاتب اور املا کے ساتھ ساتھ شورش کی شاعری پر بھی مختصر تبصرہ ہے۔

۱۹۹۱ء میں مشفق خواجہ کے مقالات کا مجموعہ "تحقیق نامہ" کے عنوان سے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی سے شایع ہوا۔ اس مجموعے میں ان کا مقالہ "سعادت خان ناصر اور اس کا تذکرہ خوش معرکہء زیبا" بھی شامل ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

یہ مقالہ اس مقدمے کی اضافہ شدہ حالت ہے جو مشفق خواجہ نے ''خوش معرکہء زیبا'' کی دو جلدوں میں تدوین کرتے ہوئے اس میں شامل کیا۔ اس مقالے کے دو واضح حصے ہیں ایک سعادت خان ناصر اور دوسرا ''خوش معرکہء زیبا'' کے بارے میں ہے۔ اس دوسرے حصے میں ان ادبی مضامین کا بھی ذکر ہے جو ایک عرصے کی گمنامی کے بعد اس تذکرے کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوئے۔ اس میں تذکرے کے ماخذ، مخطوطات ارو مطبوعہ نسخوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

۱۹۹۶ء-۱۹۹۷ء کے مجلہ ''تحقیق'' (شعبہء اردو سندھ یونیورسٹی) میں ڈاکٹر غلام مصطفی خان کا مقالہ ''نکاتُ الشعرا سے متعلق چند یادداشتیں'' شایع ہوا۔ یہ مضمون نمبروار یادداشتوں پر مشتمل ہے جس میں مولوی عبدالحق کے مرتب کردہ نسخے ''نکات الشعرا'' کے مقدمے سے مدد لی گئی ہے۔ ان یادداشتوں سے تذکرہ میر کا کئی حوالوں سے از سرِ نو مطالعہ کرنے میں مدد لی جاسکتی ہے اور بیش تر نئے نکات سامنے آتے ہیں۔ اردو تذکرہ نگاری ۱۸۳۵ء کے بعد ڈاکٹر نیاز سلطان پوری کی تالیف ہے جو ۱۹۹۸ء میں مکتبہ دین و ادب، امین الدولہ پارک امین آباد لکھنؤ سے شایع ہوئی۔ یہ پی ایچ۔ڈی کے مقالے کی کتابی صورت ہے جس میں گیارہ ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر حنیف نقوی کی تصنیف ۱۷۵۲ء سے ۱۸۳۵ء تک ہے۔ یوں یہ تصنیف اسی سلسلے کی ایک کڑی بن جاتی ہے۔ نیاز سلطان پوری نے تذکرہ نویسی کی تعریف، ابتدا اور اہمیت کے علاوہ گلشن بے خار کے بعد ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی درمیانی مدت میں لکھے جانے والے تذکروں کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور پھر ۱۸۵۷ء کے بعد لکھے جانے والے تذکرے، مقامی شعرا کے تذکرے، خاندانی و قومی شعرا کے تذکرے وہ کتابیں جو تذکرے نہ ہوتے ہوئے بھی شعرا کے حالات پر مبنی ہیں، وہ تذکرہ نگار جنھوں نے صرف معاصرین کے حالات لکھے، اردو شعرا کے تذکروں کی تنظیم و تدوین اور تذکرہ نویسی کے موجودہ رجحانات کے تحت ابواب میں تفصیلی معلومات پیش کی ہیں۔

اس تصنیف کی ترتیب اسے اہمیت بخشتی ہے کہ نیاز سلطان پوری نے تذکروں کے پس منظر اور موجود تذکروں پر تو بات کی ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک باب مقامی شعرا کے تذکروں کے لیے مختص کیا ہے جس میں ہندوستان کے مقامی شعرا کے تذکروں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ ان میں قصیدہ نگاران اتر پردیش، تذکرہ شعرائے ہریانہ، سخن ورانِ بنارس، تذکرہ شعرائے جے پور، تذکرہ شاعرات روہیل کھنڈ وغیرہ ہیں۔ چھٹے باب میں اردو کے مسیحی شعرا، تذکرہ شعرائے کشمیری پنڈتان المعروف بہ بہار سخن، گلستان تیموری تذکرہ، پٹھان شاعرات وغیرہ تذکروں کا

تجزیہ کیا گیا ہے۔ یہ تقسیم دراصل منفرد نوعیت کی ہے اور فاضل مصنف کی محنت کا ثبوت بھی ہے کہ انھوں نے تذکرہ نویسی پر موجود مواد کے علاوہ بھی ذخائر کو کھنگالا اور نئے حقائق پیش کیے۔

اردو تذکرے کی صنف اچانک تو ختم نہ ہو گئی کچھ تصانیف ایسی بھی ہیں جو تذکرہ نہ ہوتے ہوئے بھی شعرا کے حالات پر مبنی ہیں۔ نیاز سلطان پوری نے اس ذیل میں آبِ حیات، انتخابِ دواوین اور تذکرہ کاملان رام پور وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ پھر اس طرح کے تذکرے بھی ترتیب دیے گئے جن میں تذکرہ نویسوں نے صرف معاصر شعرا کے حالات اور کلام کو ہی پیش کیا۔ اس ضمن میں مرزا قادر بخش صابر اور مالک رام کے حوالے سے تجزیہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر رئیس احمد کی اردو تذکرہ نگاری ۱۸۳۵ء کے بعد کا دوسرا اڈیشن عرشیہ پبلی کیشنز دہلی سے ۲۰۱۱ء میں شایع ہوا۔ نیاز سلطان پوری اور ڈاکٹر رئیس احمد کی تصانیف کا عنوان ایک ہی ہے لیکن طریق کار اور حقائق کی پیش کش میں بہت فرق ہے۔ ۴۴۹ صفحات پر مشتمل اس تصنیف میں تقریباً چالیس صفحات تو ڈاکٹر رئیس احمد صاحب کی علمی و ادبی خدمات اور دیگر جہات کی تعریف و ستائش پر مبنی ہیں اس کے بعد صفحہ نمبر ۱۴ سے اردو تذکرہ نگاری کی تعریف، اہمیت اور روایت کا آغاز ہوتا ہے۔ ان دونوں کتب کی ترتیب کا فرق ہی بنیادی ہے کہ ڈاکٹر رئیس احمد نے ۱۸۳۵ء- ۱۸۵۷ء، ۱۸۵۸ء-۱۹۰۰ء، ۱۹۰۱ء-۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء-۱۹۹۱ء یعنی سنین کے تحت اردو تذکروں کا ذکر کیا ہے جب کہ نیاز سلطان پوری نے تذکروں کی خصوصیات کے تحت تقسیم کیا ہے۔ ان کی تصنیف کے تعارف میں ڈاکٹر خورشید حمرا صدیقی (ریڈر شعبہ اردو جموں یونیورسٹی جموں و کشمیر) نے لکھا ہے:

> "اردو تذکرہ نگاری ۱۸۳۵ء کے بعد اس موضوع پر ابھی تک کسی نے کام نہیں کیا تھا اور تذکرہ نگاری پر کام کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا مگر انھوں نے اپنی جہدِ مسلسل سے اس میں کامیابی حاصل کی۔" (۱۲)

درج بالا دعوے سے بھی یہ متبادر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر رئیس احمد کی تصنیف اس کے بعد منظر عام پر آئی اور ترتیب، تجزیے نیز تذکروں کی تقسیم کے لحاظ سے ڈاکٹر نیاز سلطان پوری کی تصنیف ڈاکٹر رئیس احمد کی تصنیف سے زیادہ اعلیٰ درجے کی ہے۔

اردو شعرا کے تذکروں پر کی گئی تحقیق و تنقید کو اگر فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی کی تاریخ ادب ہندوستانی ۱۸۳۹ء سے شمار کیا جائے تو ڈاکٹر رئیس احمد کی تصنیف اردو تذکرہ نگاری ۱۸۳۵ء کے بعد (جس کا دوسرا اڈیشن ۲۰۱۱ء میں منظر عام پر آیا) تذکروں پر کی گئی تحقیق و تنقید میں سب سے آخری کام ہے جو کہ ایک مبسوط

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تحقیقی نوعیت کا پراجیکٹ ہے۔ گو اس سے پہلے ڈاکٹر انصار اللہ کی "جامع التذکرہ" ۲۰۰۶ء میں منظرِ عام پر آئی لیکن اس کتاب کا تعلق تذکروں کی گروہ بندی اور ترتیب سے ہے۔

یوں اردو تذکروں پر کی جانے والی تحقیق و تنقید نے عہد بہ عہد اپنی منازل بھرپور انداز میں طے کی ہیں۔ اب بھی مختصر مضامین کی صورت میں یہ کام سامنے آرہا ہے لیکن ان مضامین کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ یہ تحقیقی حوالے سے معلومات میں اضافہ نہیں کرتے اور تنقیدی حوالے سے بھی تذکرے کی خصوصیات سے متعارف کرانے سے قاصر ہیں۔ ان مضامین میں سنجیدگی سے اردو تذکروں کو موضوع نہیں بنایا جارہا بلکہ ایسا تاثر ملتا ہے کہ مقالہ نگار کو خود اس تذکرے کے سبب تالیف اور عصری تقاضوں سے مکمل آگاہی حاصل نہیں ہے۔ البتہ قدیم تذکروں کی تدوین کے سلسلے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مدونین کے تحریر کردہ مقدمات کی صورت میں اس سرمائے میں اضافہ ہوتا رہے گا اور اس تحقیقی و تنقیدی سرمائے کی نشان دہی کے لیے اس مقالے کی طرح کی تحریروں کی ضرورت بھی پیش آتی رہے گی۔

حوالہ جات

۱. فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء) ص ۱۱
۲. ایم۔ کے فاطمی: اردو تذکروں میں نکات الشعرا کی اہمیت (لکھنؤ: دانش محل امین آباد، ۱۹۶۲ء) ص ۹
۳. قاضی عبدالودود: شعرا کے تذکرے (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء) ص ۲۳۶
۴. گارساں دتاسی: خطبات گارساں دتاسی، (دکن: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۵ء)
۵. گارساں دتاسی: رسالہ تذکرات، مرتب: ڈاکٹر تنویر احمد علوی، (دلی: علمی مجلس، س۔ن) ص ۱۲۰
۶. ایم۔ کے فاطمی: گلشن گفتار (لکھنؤ: دانش محل امین الدولہ پارک، ۱۹۶۳ء)
۷. مولوی عبدالحق: تذکرہ ریختہ گویاں (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۳ء) ص ۱۷
۸. حنیف نقوی، ڈاکٹر: شعرائے اردو کے تذکرے (لکھنو: نسیم بک ڈپو، ۱۹۷۶ء)
۹. ایضاً، ص ۱۷
۱۰. ایضاً، ص ۱۴۳
۱۱. محمد منصور عالم، ڈاکٹر: بہار میں تذکرہ نگاری (پٹنہ: سلطان گنج، ۱۹۸۰ء) صص ۲۶۔۲۷
۱۲. نیاز سلطان پوری، ڈاکٹر: اردو تذکرہ نگاری ۱۸۳۵ء کے بعد (لکھنؤ: مکتبہ دین و ادب، امین الدولہ پارک امین آباد) ۱۹۹۸ء